۹

کتب و اخبارِ سلسلہ کی اشاعت

(فرمودہ ۲۲۔ مارچ ۱۹۲۹ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

جس طرح ہر انسان اپنے اندر کچھ خصوصیتیں رکھتا ہے اور اس کا مزاج دوسرے انسانوں سے مختلف ہوتا ہے جس طرح ہر خاندان کے لوگ اپنے اندر کچھ خصوصیتیں رکھتے ہیں اور ان کا مزاج دوسرے خاندانوں سے مختلف ہوتا ہے جس طرح ہر قوم اپنے اندر کچھ خصوصیتیں رکھتی ہے اور اس کا مزاج دوسری اقوام سے مختلف ہوتا ہے۔ جس طرح ہر ملک کے لوگ اپنے اندر کچھ خصوصیتیں رکھتے ہیں اور ان کے اندر کچھ ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو دوسرے ممالک کے رہنے والوں میں نہیں ہوتیں، جس طرح ہر مذہب کے لوگ اپنے اندر کچھ ایسی خصوصیتیں رکھتے ہیں جو دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں نہیں ہوتیں اسی طرح زمانے بھی ایک دوسرے سے مختلف طور پر چلتے ہیں۔ ایک زمانہ کے لوگوں میں بعض ایسی خصوصیتیں موجود ہوتی ہیں جو اس کے بعد آنے والے زمانے کے لوگوں میں نہیں ہوتیں اور بعد کے زمانہ کے لوگوں میں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جو ان کے پہلوں اور پچھلوں میں نہیں ہوتیں۔ اسی طرح ہر زمانہ جو متغیر ہوتا ہے اس کے ساتھ ایسی خصوصیتیں ہوتی ہیں جو دوسرے زمانہ کے لوگوں میں نہیں ہوتیں۔ ان امتیازات کی وجہ سے اور بھی کئی ایک اختلاف پائے جاتے ہیں مثلاً صرف جسمانی طور پر ہی دیکھا جائے تو مختلف انسانوں کے علاجوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ایک ہی مرض کے کئی مریضوں کو ان کے حالات کے لحاظ سے مختلف دوائی دیتا ہے۔ بسا اوقات بہتر سے بہتر اور منتخب سے منتخب دوائی ایک

مریض پر اثر نہیں کرتی حالانکہ اسی بیماری کے اور بیسیوں مریض اس سے نفع حاصل کرتے ہیں اس کی بجائے ایک معمولی سانسخہ اسے فائدہ دے دیتا ہے۔ تو انسانوں کے مزاج کے اختلاف کی وجہ سے طبیب دوائیں بھی مختلف دیتے ہیں اور جو طبیب اس امر کا خیال نہ رکھے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور اس کے زیر علاج مریض کبھی شفایاب نہیں ہو سکتے۔ ہماری پرانی طب میں تو مزاجوں کو نہایت ہی اہم چیز قرار دیا گیا ہے اور انگریزی طب میں بھی اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ بعض اشیاء بعض لوگوں کے مزاج کے باعث مُضِر ہوتی ہیں وہ خاص مرض کیلئے مفید ہوتی ہیں لیکن خاص آدمی کیلئے مُضِر ہوسکتی ہیں۔

یہی حال قوموں کا ہے بعض اقوام میں بعض امراض ہوتی ہیں جو دوسری قوموں میں نہیں پائی جاتیں یا کم ہوتی ہیں۔ مثلاً سرطان یہودیوں میں بہت کم ہوتا ہے حالانکہ یورپ کی دوسری اقوام میں بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح بعض بیماریاں آب وہوا سے تعلق رکھتی ہیں جیسے کوڑھ زیادہ تر گرم ملکوں میں ہوتا ہے۔ غرض جس طرح انسانوں میں اختلاف، خاندانوں میں اختلاف، قوموں میں اختلاف اور ملکوں میں اختلاف ہوتا ہے اسی طرح زمانوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ بعض خاص امراض ایک وقت میں بہت پھیلتے ہیں مگر دوسرے زمانہ میں نہیں ہوتے۔ پرانی طب میں بعض بیماریوں کا ذکر آتا ہے جو اِس زمانہ میں نہیں ہیں۔ بعض نادان طبیب اور ڈاکٹر ان کے متعلق پڑھ کر کہتے ہیں لکھنے والے نے یہ غلط باتیں لکھ دیں حالانکہ انہوں نے بیسیوں اور سینکڑوں مریضوں کو دیکھ کر تجربہ کی بناء پر لکھی ہوتی ہیں۔ یقیناً ان کے زمانہ میں ایسی بیماریاں تھیں جو اَب نہیں ہیں اور بعض ایسی ہیں جو اَب ہیں مگر پہلے نہیں تھیں۔ جیسے انفلوئنزا یہ پہلے نہیں تھا یا اگر تھا تو ایسی شدید وبا کی صورت میں کبھی ظاہر نہیں ہوا تھا جیسے اَب ہوا۔ اور بھی بعض بیماریاں ہیں۔ افریقہ کے ملک میں ایک بیماری ہوتی ہے جو پہلے دوسرے ممالک میں نہیں ہوتی تھی لیکن جب دوسرے ممالک کے لوگ افریقہ گئے تو وہاں سے لے آئے اور اب یہ دوسرے ممالک میں پھیلنا شروع ہوگئی ہے۔ تو مختلف زمانوں کے ساتھ مختلف بیماریوں کا تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح میرا تو خیال ہے کہ زمانوں کے ساتھ علاجوں کا بھی تعلق ہے۔ میں بعض اوقات پڑھتا ہوں کہ فلاں چیز اکسیر ہے لیکن اس زمانے کے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ کوئی اکسیر نہیں پہلوں نے غلطی کی جو اسے اکسیر بتایا لیکن میں سمجھتا ہوں پہلوں نے صحیح لکھا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ مختلف دوائیاں بھی مختلف

زمانوں میں مختلف اثر دکھاتی ہیں۔ جیسے یہ صحیح ہے کہ بعض بیماریاں جو پہلے نہیں تھیں وہ اب پیدا ہو گئی ہیں اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ آب و ہوا کے ایک لمبے عرصہ کے اثر کے ماتحت یا جسمِ انسانی میں بعض مخفی ترقیات کی وجہ سے بعض دوائیوں میں وہ اثر بھی نہیں رہا جو پہلے تھا۔

جس طرح یہ سلسلہ ظاہر میں نظر آتا ہے اسی طرح باطن میں بھی ہے۔ جس طرح ظاہری امراض کے علاج میں تغیر ہوتا رہتا ہے اسی طرح باطنی امراض کے لئے بھی ہر زمانہ کیلئے علیحدہ علاج ہیں۔ تمام انبیاء کی غرض تو ایک ہی ہوتی ہے یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ تک اس کے بندوں کو پہنچائیں اور اس کے مقرّب بنائیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوتے ہیں تو اور ہی رنگ میں اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہیں۔ باتیں تو وہی بیان کرتے ہیں جو رسول کریم ﷺ نے بیان کیں لیکن وہ اپنے زمانہ کی زبان میں بولتے ہیں۔ وہ فطرت کے میلانوں کو اپیل کرتے ہیں۔ وہ اپنی قوم کے باریک قومی جذبات کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف نہیں کھینچتے بلکہ کہتے ہیں وہ خداوند خدا جو بجلیوں سے ظاہر ہوتا ہے گویا اسے مادی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ اسے بجلیوں، آندھیوں اور طوفانوں میں دکھاتے ہیں لیکن حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں انہی باتوں کو اور طرز میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بھی لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں لیکن حضرت موسیٰؑ کی زبان میں نہیں کیونکہ ان لوگوں کے لئے اور زبان کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ آتا ہے۔ تو بات ہی بدل جاتی ہے جہاں خدا تعالیٰ کو بجلیوں اور آندھیوں میں دکھایا جاتا تھا وہاں اب اسے محبت کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے وہ ہمیں پیار کرتا ہے، ہماری مصیبتوں پر کُڑھتا ہے۔ گویا حضرت عیسیٰؑ اسے بجلیوں میں نہیں بلکہ ماں کے پستانوں اور اس کی شفقت آمیز تھپکیوں میں ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں بھی بات تو وہی ہے کہ خدا کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے لیکن زبان بدل گئی چیز میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لیکن اس کے لئے جو ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں ان میں فرق آ گیا۔ ان سب کے بعد رسول کریم ﷺ ظاہر ہوتے ہیں۔ اس وقت انسانی دماغ کمالات کی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے، وہ مختلف زمانوں میں سے گذرتے ہوئے رُشد حاصل کر لیتا ہے، جوانی کو پہنچ جاتا ہے، بچپن کی کیفیات پیچھے چھوڑ آتا ہے، وہ اپنے اندر امتیاز کی طاقت پیدا کر لیتا ہے، اس کے پرکھنے کی طاقت مضبوط ہو جاتی ہے اس وقت طرزِ کلام بالکل بدل جاتا ہے۔ اگرچہ اب بھی اسے باپ اور اس کی

محبت کی طرح دکھایا تو جاتا ہے لیکن باپ کی صورت میں نہیں بلکہ باپ کی محبت بتا کر اسے پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کی شاعری اب بھی استعمال کی جاتی ہے حضرت سلمانؑ کی دانائی اور حضرت موسیٰؑ کی تلوار سے اب بھی کام لیا جاتا ہے حضرت عیسیٰؑ کی شفقت اب بھی استعمال کی جاتی ہے حضرت نوحؑ کی پیشگوئیوں والی کڑک اب بھی موجود ہے حضرت ابراہیمؑ کے حلم کی شان اب بھی نمایاں ہے لیکن یہ سب چیزیں اپنے اپنے مقام پر ہیں اور ان سب میں سے گذار کر انسان کو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو تعلیم حضرت نوحؑ نے دی وہی حضرت ابراہیمؑ نے پیش کی۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے بھی اسے ہی پیش کیا۔ وہی حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور رسول کریم ﷺ دنیا میں لائے لیکن ہر ایک نے اپنے اپنے زمانہ کی زبان کو استعمال کیا۔ فطرتِ انسانی کے پیدا کرنے والے خدا نے ہر زمانہ میں ترقی پانے اور نشو ونما حاصل کرنے والی فطرتِ انسانی کو پڑھا اور اس کے دماغ کو ٹٹولا اور جو جس اس کے دل کی باریک تاروں کو ہلانے والی تھی اس کو لیا اور اسی آلہ سے اس کے دل میں حرکت پیدا کی۔ جس طرح ایک اچھا گویا پیانو (PIANO) بجاتے وقت وہی آلہ استعمال نہیں کرتا جس سے سارنگی بجاتا ہے۔ سارنگی وہ تار سے بجاتا ہے اور پیانو انگلیوں سے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے جو قانونِ قدرت کے گیت دنیا میں پیدا کرتا ہے جو اپنی پیدا کی ہوئی نیچر کی سُریلی آوازیں نکالتا ہے اسی آلہ سے جو اپنے اپنے زمانہ میں دلوں کے باجے بہتر سے بہتر صورت میں بجانے کی قابلیت رکھتا تھا کام لیا۔ پس ہماری جماعت کو جو تبلیغی جماعت ہے جو دنیا کے اندر روح، زندگی، نہ مٹنے والی طاقت اور نہ دبنے والا جوش اور نہ پست ہونے والے ارادے پیدا کرنے کے لئے مبعوث کی گئی ہے محسوس کرنا چاہئے کہ یہ زمانہ کس قسم کا ہے۔ جب تک وہ اس زمانہ کے مطابق اور مناسبِ حال ذرائع استعمال نہیں کرتی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ بُلانا تو اس نے خدا کی طرف ہی ہے لیکن کامیابی اس زمانہ کے مطابق ذرائع استعمال کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ یاد رکھو تم جال میں پانی نہیں ٹھہرا سکتے، تم لوہے کی چادروں میں سے سیال چیزوں کو نہیں چھان سکتے، تم آگ کے ذریعہ ٹھنڈک پیدا نہیں کرسکتے خدا تعالیٰ نے جو قانون بنایا ہے اسی کے مطابق کام ہوگا اور جو انسان ان ذرائع کو استعمال نہیں کرتا جو کسی کام کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں وہ کامیاب بھی نہیں ہوسکتا۔ بہت سے نادان ہیں جن کی نادانیوں کا شکار بعض عقلمند بھی ہو

جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں فلاں رسول کے زمانہ میں یوں ہوتا تھا' فلاں نبی کی جماعت یوں کرتی تھی' تم نبی کی جماعت ہو کر یوں کیوں کرتے ہو۔ بے شک تمام انبیاءؑ کی جماعتوں کا مقصد ایک ہی ہے لیکن اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے اس کے حصول کے ذرائع میں تغیر ہوتا رہا ہے۔ اگر آج ہو بہو وہی ذرائع استعمال کئے جائیں جو پہلے کئے جاتے تھے تو یقیناً ناکامی ہوگی۔

خدا تعالیٰ نے ہی حضرت بدھ سے کہا اپنے مریدوں سے کہو گلے میں جھولی ڈال لو اور جاؤ دنیا میں بھیک مانگو۔ تمہارے لئے وہی رزق طیب ہے جو بھیک مانگ کر مہیا کیا جائے اپنے پاس کوئی پیسہ نہ رکھو۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کو بھی اسی خدا نے پیدا کیا لیکن انہیں حکم دیا جا کر مریدوں سے کہو کھاؤ' پیو لیکن کل کے لئے خزانہ جمع نہ کرو۔ کسی سے مانگو نہیں اپنے گھر سے کھاؤ لیکن خدا سے ہر روز کی روٹی روز مانگو۔ پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی اسی خدا نے مبعوث کیا لیکن یہ نہیں کہا کہ بھیک مانگ بلکہ فرمایا بھیک مانگنا ٹھیک نہیں بھیک مت مانگ۔ حضرت بدھؒ کو خدا نے کہا بھیک مانگ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو اسی خدا نے کہا مت مانگ اس لئے کہ بدھؒ کے زمانہ میں دنیا کے ارتقاء اور ترقی کے لئے بھیک مانگنا ہی ضروری تھا اور محمد رسول اللہؐ کے زمانہ میں دنیا کے ارتقاء اور ترقی کیلئے بھیک چُھڑانا ہی ضروری تھا۔ نادان کہتا ہے ایک خدا کی طرف سے دو متضاد تعلیمیں کس طرح ہو سکتی ہیں لیکن وہ ایک ڈاکٹر کے دو نسخے دیکھ کر سبق حاصل نہیں کرتا۔ ایک وقت ڈاکٹر مریض کو دیکھ کر کہتا ہے اسے فاقہ کرایا جائے۔ لیکن دوسرے وقت آتا ہے تو کہتا ہے تم نے اسے بھوکا مار دیا اسے یخنی دینی چاہئے یہ دینا چاہئے وہ دینا چاہئے۔ اگر کوئی کہے یہ اچھا ڈاکٹر ہے پرسوں کہتا تھا کھانے کو کچھ مت دو اور آج کہتا ہے اسے کھانے کو کیوں نہیں دیتے تو وہ نادان ہے کیونکہ مریض کی صحت کے لئے پرسوں فاقہ ہی ضروری تھا اور آج اس کے لئے کھانا مفید ہے یہی حال قوموں کے علاج کا ہے۔

انہی حالات میں مَیں اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔ رسول کریم ﷺ کا زمانہ اور تھا حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ ' حضرت سلیمانؑ' حضرت داؤدؑ اور حضرت نوحؑ کے زمانے اور تھے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ قیامت تک امتِ محمدیہ پر ابھی اور کتنے زمانے آئیں گے۔ بے شک قرآن کریم وہی رہے گا' احکامِ سنت تبدیل نہیں ہونگے' حدیث نہیں بدلے گی لیکن قرآن وحدیث کے پھیلانے کے ذرائع بدلتے جائیں گے۔ ایک زمانہ میں قرآن

کریم کی تعلیم کا صرف پیش کرنا ہی کافی تھا اور یہ بتانا ہی اس کی برتری کی دلیل تھی کہ اس میں توحید کی تعلیم ہے، یہ اخلاقی حالت کو درست کرتا ہے لیکن آج اتنا کہنے سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔ آج سوال ہوتا ہے فلسفہ نے جو شبہات ہمارے اندر پیدا کر دیئے ہیں، سائنس نے جو شکوک ہمارے دلوں میں ڈال دیئے ہیں ان کو قرآن حل کرتا ہے یا نہیں؟ آج زمانہ کے اندر غلامی اور آزادی، گورے اور کالے، سرمایہ دار اور مزدور کی جو تمیزیں پیدا ہو گئی ہیں کیا قرآن میں ان کا علاج موجود ہے؟ اگر نہیں تو قطع نظر اس کے کہ یہ سوال غلط ہیں یا صحیح۔ اسے ماننے کو کوئی تیار نہ ہوگا۔

پس اگر ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے تو اس کے احساسات کو تسلی دینی ہوگی۔ میں نے متواتر توجہ دلائی ہے کہ اس زمانہ کے حالات مختلف ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا جب فتح کے لئے اور ہتھیار استعمال ہوتے تھے لیکن آج اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ[1] کے ماتحت پروپیگنڈا ہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ یہ نشرِ صُحف کا زمانہ ہے اور جب تک ہم یہ طریق اختیار نہ کریں گے ترقی نہیں کر سکتے۔ ایک زمانہ میں لوگ اس قدر مصروف نہیں تھے اور فارغ بیٹھ کر باتیں کر سکتے تھے وہ زبانی تبلیغ کا زمانہ تھا لیکن ایک یہ زمانہ ہے جب کام زیادہ ہے اور لوگ ملنے سے گھبراتے ہیں دن کے وقت انہیں تبلیغ کرنی مشکل ہے۔ لیکن اگر ایک چھوٹا سا ٹریکٹ یا اخبار کی کاپی ہو تو اسے ایک مصروف و مشغول انسان بھی بستر پر لیٹے ہوئے نیند کے انتظار میں مطالعہ کر سکتا ہے اور وہ کام جو ہم نہیں کر سکتے وہ ایک اخبار یا ٹریکٹ نہایت آسانی سے سرانجام دے سکتا ہے۔ رات کے گیارہ بجے جب کوئی ہمیں اپنے مکان کے اندر نہیں گھسنے دیگا ایک ٹریکٹ یا اخبار کو خود تلاش کر کے لائے گا تا نیند کے انتظار کا وقت اچھی طرح گذر جائے۔ بسا اوقات نینداس پر غالب آ جائے گی اور وہ اس تحریک کو ختم نہ کر سکے گا لیکن وہ اونگھ کی گھڑیاں اس تحریر کو اس کے دماغ پر مکرّر۔ سہ کرّر مختلف رنگوں میں نقش کر رہی ہونگی اور صبح کو وہ ایک خاص اثر لے اٹھے گا۔

میں نے خصوصیت کے ساتھ اس سال کے پروگرام میں نشر و اشاعت کا کام بھی رکھا ہے اور سالانہ جلسہ پر اپنی جماعت کو اس کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس خطبہ کے ذریعہ پھر اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ یہ زمانہ نشر و اشاعت کا ہے۔ جس ذریعہ سے ہم آج اسلام کی مدد کر سکتے ہیں وہ یہی ہے کہ صُحف و کُتب کی اشاعت پر خاص زور دیں۔ اگر ہر جماعت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی ایجنسیاں قائم ہو جائیں تو یقیناً بہت فائدہ ہو سکتا ہے لیکن ابھی تک

اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔
میں خیال کرتا ہوں مرکز نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی۔ مرکز کی طرف سے جو کتابیں شائع ہوتی ہیں یا تو ان کے چھاپنے میں بدانتظامی کے سبب ان کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور یا ویسے ہی قیمت زیادہ رکھ دی جاتی ہے اور اس وجہ سے لوگ کثرت سے ان کی اشاعت نہیں کر سکتے۔ میں اُن دو تین رسالوں کو مستثنیٰ کرتا ہوں جو پچھلے دنوں شائع ہوئے یعنی نہرو رپورٹ پر میرا تبصرہ اور میری ۱۷۔ جون کے جلسہ کی تقریر۔ یہ واقعی اتنے سستے تھے کہ میرے نزدیک اتنا سستا شائع کرنا بھی خطرناک ہے۔ اس طرح حقیقتاً کوئی نفع نہیں ہوسکتا اگر سَو روپیہ پر سات یا آٹھ روپیہ نفع ہوا تو اشتہارات اور نوکروں کے اخراجات کو جو اِن پر کام کرتے ہیں مدنظر رکھتے ہوئے اتنا نفع نقصان سے ہی تبدیل ہوجاتا ہے۔ پس ان رسالوں کو تو میں مستثنیٰ کرتا ہوں اگرچہ ان میں بھی دوسری سمت کو اختیار کر لیا گیا۔ مگر عام طور پر ہماری کتابیں گراں ہوتی ہیں اور اس وجہ سے لوگ ان کی اشاعت نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے ایک طرف تو میں نظارت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ کتابوں کی قیمتوں پر نظرثانی کرے اور قیمتیں ایسی حد پر لے آئے کہ ان انجمنوں کو جو ایجنسیاں لیں کافی معاوضہ بھی دیا جاسکے اور نقصان بھی نہ ہو اور دوسری طرف احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بھی اس بارے میں فرض شناسی کا ثبوت دیں اس کے علاوہ اخباروں کی اشاعت ہے۔ جس طرح خاص دائرہ میں کتابیں بہت اثر کرتی ہیں اسی طرح ایک دائرہ میں اخبارات بھی بہت اثر کرتے ہیں۔ ہمارے کئی ایک اخبار ہیں الفضل، سن رائز، ریویو انگریزی، اردو، مصباح، احمدیہ گزٹ، یہ تو صدر انجمن کے اخبار ہیں۔ ان کے علاوہ فاروق اور نور بھی ہیں۔ پھر بنگال اور سیلون سے بھی ہمارے اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ ممکن ہے اور جماعتیں بھی شائع کرتی ہوں۔ بعض جماعتیں ٹریکٹ شائع کرتی ہیں ان کی اشاعت کی طرف بھی میں توجہ دلاتا ہوں۔ پچھلے دنوں الفضل اور سن رائز کی تعدادِ اشاعت بڑھ گئی تھی لیکن اب اس میں کمی واقعہ ہوگئی ہے۔ دوستوں کو چاہئے کہ اپنے اپنے ہاں ایسے ایجنٹ مقرر کریں جو سلسلہ کی کتب اور اخبارات فروخت کریں اور خود بھی فائدہ اُٹھائیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہمت کر کے الفضل اور سن رائز کی اشاعت کم از کم تین ہزار تک پہنچا دیں۔ ان اخبارات سے سلسلہ کی تبلیغ میں بھی مدد ملتی ہے اور جماعت کی تربیت بھی ہوتی ہے۔ بعض اوقات کوئی غیر احمدی مجھ سے فتویٰ پوچھتے ہیں تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انہیں مجھ سے

پوچھنے کا کس طرح خیال آیا۔ بعد میں خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے اور وہ لکھتے ہیں ہم الفضل یا سن رائز پڑھا کرتے تھے اس سے ہم نے سمجھا کہ ہر معاملہ میں صحیح جواب قادیان سے ہی مل سکتا ہے اس لئے آپ سے پوچھتے ہیں۔ تو یہ چیز جو ہم دنیا کے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی حقیقی اسلام وہ اخباروں کے ذریعہ سے پیدا ہوسکتا ہے۔ الفضل تو خیر ہے ہی اشاعت و تبلیغ کا اخبار لیکن ان نوجوانوں کے لئے جو عیسائی فتنہ سے متأثر ہو کر اسلام سے بدظن ہوتے جاتے ہیں سن رائز جاری کیا گیا ہے۔ اس میں بے شک ہوتے تو عام اسلامی مسائل ہی ہیں لیکن انہیں احمدیت اور حضرت مسیح موعودؑ کے پیش کئے ہوئے پہلو سے ہی بیان کیا جاتا ہے اور اس پہلو کی خوبی کو دیکھ کر آہستہ آہستہ پڑھنے والوں کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا میں آکر بہت بڑا کام کیا ہے یہ بھی اگرچہ بالواسطہ نہیں لیکن بلا واسطہ ہمارے مقصد کی اشاعت میں بہت مُمِدّ ہے۔

اور اگر یہ نہ بھی ہو تو بہرحال مسلمانوں کو فتنہ سے بچانا ہمارا فرض ہے پس ان دونوں اخبارات کی اشاعت کے لئے اگر دوست کمرِ ہمت باندھ لیں تو بہت ہی مفید نتائج نکل سکتے ہیں۔ چونکہ لوگ عام طور پر خطبات بھول جاتے ہیں اس لئے میں جماعتوں اور ناظروں کو توجہ دلاتا ہوں۔ جماعتیں اپنے ہر ایک فرد کو اس کی طرف توجہ دلائیں اور ناظر جماعتوں کے پیچھے پڑ کر ان سے دریافت کریں کہ وہ کس قدر امداد دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہر جماعت کچھ نہ کچھ پرچے ایجنسی کے ذریعہ فروخت کرنے کا بندوبست کرے۔ کوئی سَو' کوئی پچاس' کوئی بیس' کوئی دس' کوئی تین' کوئی دو اسی طرح ہر جماعت یہ اطلاع دے کہ وہ اتنے نئے خریدار دے گی۔

اخبار والوں کو بھی میں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بھی خریداروں کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں وہ حساب لگانے لگ جاتے ہیں مثلاً یہ کہ دس روپے ہماری لاگت ہے ایجنسی کے ذریعہ وصول ہوتے ہیں سات باقی تین ہؤا گھاٹا اس لئے ایجنسی نہیں دے سکتے۔ وہ اتنا نہیں سوچتے اگر اخبار کی اشاعت زیادہ ہو جائے گی تو اسی نسبت سے اس میں اشتہار دینے کے لئے بھی زیادہ لوگ تیار ہونگے اگر آج ایک شخص اشتہار دیتا ہے اور اسے دس درخواستیں آتی ہیں تو کل کو جب خریدار زیادہ ہو جائیں اور اسے پچیس درخواستیں آئیں تو وہ کہے گا مجھے تو ہمیشہ اس پرچہ میں اشتہار دینا چاہئے۔ کاروباری معاملات میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ہر جہت سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں دیکھنا یہ

چاہئے کہ مجموعی طور پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر کسی ایجنسی سے منافع نہ بھی لیا جائے تو بھی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ اشاعت بڑھنے سے عملہ میں تو کوئی زیادتی نہیں کرنی پڑے گی اور عملہ کا خرچ تو بہرحال جو تھوڑی تعداد پر پڑتا ہے وہی زیادہ پر پڑے گا لیکن اگر ایجنسی کو رعایت دے دی جائے تو اخبار کی اشاعت زیادہ ہو جائے گی۔ زیادہ لوگ اسے پڑھیں گے اور اشتہار بھی زیادہ آئیں گے پھر اور بھی کئی منافع کی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً تین ہزار شائع ہونے والے اخبار کے لئے جب کاغذ خریدا جائے گا تو وہ پندرہ سَو کے لئے خریدنے سے سستا ملے گا کیونکہ دکاندار بڑے گاہک کو ہمیشہ سستا سودا دیتا ہے۔ چاول اگر ایک روپے کے دو یا پونے دو سیر ملتے ہیں تو منڈی سے پندرہ سولہ روپے من مل جائیں گے اور پچاس ساٹھ من خریدنے ہوں تو اس سے بھی سستے مل جائیں گے۔ پھر اگر جہاز خرید لیا جائے تو بہت ہی سستے پڑیں گے۔

تو صرف یہی نہیں کہ اشاعت زیادہ ہونے کی وجہ سے اشتہار ہی زیادہ آئیں گے بلکہ خرچ بھی کئی پہلوؤں سے کم ہو جائے گا اور کئی صورتیں بچت کی پیدا ہو جائیں گی۔ پس اخبار والوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی سہولتیں بہم پہنچانے کی کوشش کریں۔

ایک صیغہ بھی قائم کیا گیا ہے تاکہ دوستوں میں تحریک کر کے کتب اور اخبارات کی توسیع واشاعت میں مدد دے اور میاں مصباح الدین صاحب کو جو ولائت میں بھی رہے ہیں اس کام پر مقرر کیا گیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں وہ اپنے کام کو صحیح طریق پر چلائیں گے اور ایسا طُولِ اَمل اور اتنی بڑی سکیمیں نہ شروع کریں گے کہ اصل کام پر پردہ ہی پڑا رہے اور میں دوستوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ ان کی مدد کریں۔

اللہ تعالیٰ اس تعلیم کو پھیلانے میں جس کے پھیلانے کا فرض اس نے ہمارے کمزور کندھوں پر ڈالا ہے اور اپنی مخفی حکمتوں کے ماتحت ڈالا ہے مدد دے۔ ہم جانتے ہیں کہ جب اس نے یہ فرض ہمارے کمزور کندھوں پر ڈالا ہے تو اسے پورا کرنے میں وہ مخفی ذرائع سے ہماری مدد بھی کر رہا ہے اور اگر وہ مخفی ذرائع آج ہمیں نظر نہیں آتے تو کل ضرور نظر آئیں گے۔

(الفضل ۲۹۔ مارچ ۱۹۲۹ء)

---

۱ التکویر: ۱۱